# عالمِ اسلام

## حالات و واقعات کے آئینہ میں

[اس شمارے میں ہم ترجمان القرآن میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں جس کا عنوان ہے: "عالمِ اسلام حالات و واقعات کے آئینے میں"۔ اس باب میں ہم قارئین کرام کے سامنے عالمِ اسلام کے مختلف پہلو رکھیں گے۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک اور ترکی سے موزمبیق تک اسلامی دنیا کی حدود پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس طویل و عریض خطہ میں مہینہ بھر میں ہونے والے اہم واقعات قارئین کے سامنے پیش کریں، اہم شخصیات کا تعارف کرائیں اور اہم کتابوں کا خلاصہ بیان کریں۔ اور خاص طور پر اسلامی تحریکوں کی سرگرمیوں اور اسلامی فکر و ثقافت کی رفتارِ ترقی سے قارئین کو روشناس کراتے رہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس باب کو پسند فرمائیں گے اور اپنے تاثرات سے آگاہ کریں گے۔

—— خلیل حامدی]

## انڈونیشیا اور اسرائیل۔ جنرل عبد الحارث کی تصریحات

انڈونیشیا میں روزانہ ایسے اجتماعات اور تقریبیں منعقد ہو رہی ہیں جن میں انڈونیشی عوام کو مسئلہ فلسطین کی تاریخ اور پس منظر سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اُن سازشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو فلسطین اور بیت المقدس اور قبلۂ اوّل کے خلاف دنیا کی سامراجی اور صہیونی طاقتیں تیار کر رہی ہیں۔ اس سلسلے کا سب سے بڑا اجتماع وہ تھا جو یکم دسمبر ۱۹۶۹ء کو غزوۂ بدر کی یاد میں "دفاع مسجد اقصیٰ کونسل" کی طرف سے منعقد کیا گیا۔ اس اجتماع میں انڈونیشیا کی اعلیٰ مشاورتی کونسل کے صدر جنرل عبد الحارث ناسوتیان نے بھی تقریر کی۔ موصوف کی تقریر کے اہم حصے یہ ہیں:

اس کانفرنس کے منتظمین کی طرف سے مجھے کانفرنس میں شریک ہونے کی جو دعوت دی گئی ہے اُس کا میری ذات پر اور میرے افرادِ خاندان پر نہایت خوشگوار اثر ہوا ہے۔ میرے دل میں جس چیز نے سب سے زیادہ مسرت کے جذبات پیدا کیے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ حضرات کے اس اقدام نے میرے اس یقین کو مزید مضبوط کر دیا ہے کہ توحید خالص سے لبریز دل ہی مسلمانوں کے اندر اخوت و اتحاد کے رشتوں کو مستحکم کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل واضح اور بدیہی حقیقت ہے۔ توحید دو بڑی شہادتوں پر مشتمل ہے ایک "لا الٰہ الا اللہ" کی شہادت اور دوسری "محمد رسول اللہ" کی شہادت۔ ان دونوں شہادتوں کے تقاضے میں جب ہم اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں تو ایک ہی طرح کے الفاظ ہماری زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اور ایک ہی قبلہ کی طرف ہماری پیشانیاں خم ہو جاتی ہیں۔ فکر و نظر اور قبلہ کے اتحاد کو ہم پوری امتِ مسلمہ کے اتحاد کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

آپ کی یہ تنظیم (دفاعِ مسجدِ اقصیٰ کونسل) اور اس سے پہلے اسرائیلی جارحیت کا شکار ہونے والوں کے لیے قائم کی جانے والی کمیٹی اور اُس کے ساتھ آپ کا تعاون، یہ باتیں واضح کرتی ہیں کہ ہم انڈونیشی مسلمان خاص طور پر اور پوری انڈونیشی قوم عام طور پر اپنی ملت اور قوم کے اندر مجاہدانہ کارروائیوں اور سرگرمیوں کو فروغ دینے کی سخت محتاج ہے۔ انڈونیشی ہونے کی حیثیت سے ہم نے اسرائیلی جارحیت کے معاملے میں ۱۹۶۶ء میں مشاورتی کونسل کے چوتھے سیشن میں اپنا موقف صاف صاف بیان کر دیا تھا۔ ہماری اس قرارداد کے الفاظ یہ ہیں:

"فلسطینی عربوں کی جنگ حق، انصاف اور آزادی کی جنگ ہے۔ انڈونیشیا ہمیشہ اس جنگ میں اس وقت تک عربوں کا ساتھ دیتا رہے گا جب تک اسرائیل کے خلاف عربوں کی یہ جنگ اپنے اصل مقاصد سے ہمکنار نہیں ہو جاتی۔"

پھر جب جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے عربوں پر جارحانہ حملہ کیا تو اس قرارداد کی چھٹی دفعہ میں ذیل کے الفاظ کا اضافہ کر دیا:

"اسرائیل کے اس جارحانہ حملے کے پیشِ نظر انڈونیشیا یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ

اسرائیل اپنے علاقوں کی توسیع کے لیے جو کارروائیاں کر رہا ہے اُن کا کوئی جواز نہیں ہے اور اسرائیل جارحیت کا نشانہ بننے والوں کی روز افزوں تعداد اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ انڈونیشیا عربوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کرے"

مشرقِ اوسط کے ممالک کے متعدد اسلامی وفود ہم سے آکر ملے ہیں۔ اور مشرقِ اوسط کے حالات سے انہوں نے ہمیں آگاہ کیا ہے اور مشرقِ اوسط کے مسائل میں انڈونیشیا کے تعاون کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے۔ مَیں نے ہمیشہ ان وفود کے سامنے انڈونیشی عوام کے واضح موقف کی توثیق کی ہے جسے انڈونیشی حکومت اپنے عوام کے ساتھ مل کر عملی جامہ پہنا رہی ہے۔ انڈونیشیا کا موقف یہ ہے کہ انڈونیشیا حق و انصاف اور آزادی کی راہ میں لڑنے والوں کا ہراول دستہ ہوگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔ انڈونیشیا کے ۱۹۴۵ء کے دستور میں بھی اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ "آزادی تمام اقوام کا حق ہے۔ لہٰذا دنیا میں جہاں کہیں بھی استعمار کا وجود پایا جاتے اُس کا کلی خاتمہ کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ انسانیت اور انصاف کے منافی ہے"۔ ۱۹۴۵ء کے دستور کا یہ حصّہ آج بھی جوں کا توں قائم ہے۔

مسجد اقصیٰ کی دفاعی کونسل نے جاکرتا میں جو کانفرنس کی ہے اُس میں بھی مَیں نے اپنی تقریر میں اپنے چند تجربات اور کوششیں بیان کی تھیں جو مَیں نے اُس زمانے میں سرانجام دی تھیں جب میں دفاع اور امن عامہ کے امور کا سربراہ تھا۔ اس میں مَیں نے بتایا تھا کہ ہم نے جنوبی افریقہ کی عوامی تحریک سے لے کر شمالی افریقہ کی جنگِ آزادی تک کس کس طرح اپنے افریقی بھائیوں کی امداد کی تھی۔ ہم نے اس زمانے میں آزادی کے لیے لڑنے والی اِن اقوام کے پاس فوجی مشن بھیجے تھے۔ انڈونیشیا میں ان کے دفاتر قائم کیے، فوجی ماہرین تربیت کے لیے بھیجے اور ان کے خاص خاص مجاہدین کو عسکری تربیت دی۔ علاوہ ازیں اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی پلیٹ فارموں پر بھی ہم نے ہمیشہ اُن اقوام کے حق میں آواز اٹھائی۔ بنڈونگ میں ایشیا اور افریقہ کی آزادی پسند اقوام کی کانفرنس کا انعقاد بھی انڈونیشیا کے ان عناصر کی کوششوں کا نتیجہ تھا جو بیرونی طاقتوں کا آلۂ کار بنے بغیر صرف اپنے تاریخی اور قومی احساسات

کے تحت مظلوموں سے تعاون کے خواہاں تھے۔

اب سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ اسرائیل کی سرکشی اور غرور میں اس قدر اضافہ کیوں ہو گیا ہے کہ اُسے یہ جرأت ہو گئی کہ وہ مسجد اقصیٰ میں آگ لگا دے اور بیت المقدس پر قابض ہو جائے۔ دراصل بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ بین الاقوامی صیہونیت کی ایک کڑی ہے۔ یہودی ارد گرد کے تمام علاقوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۹۴۸ء سے انہوں نے اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا۔ وہ اب تک دس لاکھ فلسطینی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال چکے ہیں۔ آخر یہودیوں کے حوصلے اس قدر کیوں بڑھ چکے ہیں۔ یہودیوں کے حوصلے بڑھنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ انہیں پختہ یقین ہے کہ مسلمان اس وقت انتشار اور تفرقہ اندازی کا شکار ہو چکے ہیں، اور خود عربوں کی صفوں میں اتحاد باقی نہیں رہا ہے۔ لہٰذا جب کبھی اقوامِ متحدہ کی طرف سے اسرائیل کی جارحیت کی مذمت کی جاتی ہے اور عربوں کے حقوق بحال کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اسرائیل اُسے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے اور اپنے ظلم و طغیان میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسرائیل مسجد اقصیٰ کی آتشزنی کے بعد بھی برابر جارحانہ کارروائیوں میں مصروف ہے۔ پچھلے چند دنوں سے اسرائیل نے اپنے تشدد میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، اُس نے یہ احکام جاری کر دیئے ہیں کہ عربوں کی بستیوں کو پیوندِ خاک کر دیا جائے۔ اقوامِ متحدہ نے اس موقع پر بھی اسرائیل کو اس کارروائی سے باز رہنے کی تلقین کی ہے مگر اسرائیل نے سُنی اَن سُنی کر دی ہے۔ کیونکہ وہ مطمئن ہے کہ مسلمان پراگندہ ہیں اور عرب باہم لڑ رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اسرائیل کا یہ جارحانہ اقدام جس میں اُس نے مسلمانوں کے مقدس مقامات کی توہین کی ہے، عالمی پیمانے پر مسلمانوں کے اتحاد کا نقطۂ آغاز بن جاتا۔ اور قومی پیمانے پر انڈونیشیا میں اسلامی اتحاد کی فضا پیدا ہو جاتی۔ لیکن متعدد داخلی اور خارجی عوامل کی بنا پر ابھی تک ہم متحدہ تنظیم قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ بلکہ کوئی ایسی چھوٹی موٹی انجمن بھی نہیں بنا سکے جسے آگے چل کر وسیع تر اسلامی اتحاد کا ذریعہ بنا سکیں حالانکہ ہم اس وقت اسلامی بنیادوں پر متحد ہونے کے شدید ضرورت مند ہیں، خود صدر سوہارتو بھی سماٹرا میں اپنی تقریر کے دوران اس اتحاد کی ضرورت پر زور دے چکے ہیں۔ ملکی پیمانے پر مسلمانوں کی ایک کانفرنس کا قیام اصل غرض و غایت نہیں ہے بلکہ وہ مسلم عوام کے باہمی تعاون و مشاورت کا ایک ذریعہ بن

سکتی ہے تاکہ مسلمان متحدہ انڈونیشیا کی تعمیر میں اور انڈونیشیا کی روحانی اور مادی ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم ابھی تک ایک ایسی ملّی کانفرنس کے انعقاد میں بھی بے بس ثابت ہو رہے ہیں۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہماری داخلی کمزوریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں اسلام اور جمہوریت کے دشمنوں کی طرف سے برابر ایسی سازشیں کی جا رہی ہیں جو ان کوششوں میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں جو مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے سرانجام دی جا رہی ہیں۔ چنانچہ یہ وہی اسلام دشمن عناصر ہیں جنہوں نے مسجد اقصیٰ کے حادثۂ فاجعہ کو بہانہ بنا کر نہ صرف خود انڈونیشیا کے اندر انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے بلکہ ہمارے اور عربوں کے درمیان اور ہمارے اور اسلامی ممالک کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہمیں باخبر رہنا چاہیے کہ یہودی عناصر مختلف اقتصادی اور ثقافتی بھیس بدل کر اور نشر و اشاعت اور رابطۂ عوام کے مختلف وسائل کے ذریعہ سے انڈونیشیا کے اندر گھس رہے ہیں، اور ہمارے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور اُن کے اندر یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مسئلہ فلسطین اسلام اور مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے[1] حالانکہ مسجد اقصیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں کی مقدس ترین مسجد ہے۔ اور وہ اس رجحان کو رواج دے رہے ہیں کہ انڈونیشیا کی نظر میں مسئلہ فلسطین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ حالانکہ ہمارا دستور اور اعلیٰ مشاورتی کونسل یہ قطعی فیصلہ کر چکے ہیں کہ انڈونیشیا لازماً اس قوم کا ساتھ دے گا جس کے وطن پر سامراجیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ہمیں انڈونیشیا میں ان عناصر سے پوری طرح چوکنا رہنا چاہیے اور خالصتہً اسلامی اور ملّی اتحاد کو بروئے کار لا کر اپنے تحفظ کا فوری سامان مہیا کرنا چاہیے۔

مسجد اقصیٰ کی آزادی بیت المقدس کی آزادی سے وابستہ ہے اور بیت المقدس کی آزادی کو فلسطین کے جہادِ آزادی سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ہم فلسطین کی آزادی کی تحریکوں اور فلسطینی مجاہدین کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ وہ جائز دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم اُن عرب ممالک کی حمایت بھی

---

[1] عربوں کے سوشلسٹ عناصر کا یہی نقطۂ نظر ہے۔ وہ فلسطین کو مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ صرف عربوں کا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ اور عربوں کی بھی اُن طاقتوں تک اس مسئلے کو محصور رکھنا چاہتے ہیں جو ترقی پسند اور سوشلسٹ ہیں۔

کرتے ہیں جو اسرائیلی استعمار کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انڈونیشیا کی عوامی مشاورتی کونسل کی قرارداد نہایت صائب اور قطعی ہے۔ اور اس معاملے میں افریقہ اور ایشیا کے عوام کا اتحاد انڈونیشیا کی آزاد اور مثبت سیاسی پالیسی کا عکاس ہے۔

مشرقِ اوسط کا جب کبھی کوئی وفد جاکارتہ کا دورہ کرتا ہے اور اُس کے ساتھ مسئلہ فلسطین زیرِ بحث آتا ہے تو فریقین اس مشترک نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ موجودہ صورتِ حال مسلمانوں کے لیے ایک آزمائش ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسلام عالمگیر اور دائمی مذہب ہے۔ ہر دَور اور ہر قوم کے لیے موزوں و مفید ہے۔ لیکن اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان ہر جگہ شکست سے دوچار ہیں۔ اس کا آخر کیا سبب ہے؟ اس کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو عملاً نافذ نہیں کیا ہے اور اسلامی احکام و قوانین کو کماحقہ ملک کے اندر عملی جامہ نہیں پہنایا ہے۔

مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل اس معاملے ہم سے زیادہ بہتر طور پر کامیابی حاصل کرے گی۔ اور امید ہے کہ آئندہ تمام لوگوں کو موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنے اِن فرائض و واجبات سے صحیح طور پر آگاہ ہوں جن کا دین تقاضا کرتا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہمیں اپنے عادلانہ جہاد پر اللہ کی نگرانی اور تائید کے تحت مسلسل کاربند رہنا چاہیے۔"

(روزنامہ الندوہ ۶ر جنوری ۱۹۷۰ء۔ ہفت روزہ الشہاب ۱۵ر جنوری ۱۹۷۰ء)

---

# ملائشیا کے گزشتہ فسادات میں کن کا ہاتھ تھا؟

## دو سرکاری رپورٹوں کا تجزیہ

۱۳ر مئی ۱۹۶۹ء کو ملائشیا میں یکایک فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور ملائی مسلمانوں اور چینیوں کے درمیان خونریز تصادم برپا ہو گیا۔ حال ہی میں ملائشیا کے فسادات پر دو سرکاری دستاویزیں شائع کی گئی ہیں۔ ایک قرطاس ابیض ہے جو ملائشیا کی نیشنل ایکشن کونسل کے صدر کی طرف سے شائع کیا

گیا ہے جو ان فسادات کو ختم کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اور دوسری دستاویز ملائشیا کے وزیر اعظم تنکو عبد الرحمان کی کتاب ہے، جس کا نام ہے: "۱۳ مئی سے پہلے اور اس کے بعد"

اِن دونوں کتابوں میں پہلے ان حالات کا تجزیہ کیا گیا ہے جو وفاقی ملائشیا کے دارالحکومت کوالالمپور کے اندر خونی فسادات برپا ہونے سے پہلے وہاں پائے جاتے تھے۔ اور پھر اُن اسباب کی وضاحت کی گئی ہے جنہوں نے ملائشیا کی مختلف قوموں کے اندر مذہبی اور نسلی منافرت کی آگ بھڑکانے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لیا ہے۔ دونوں کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ ملائشیا کی تاریخ میں ۱۳ مئی کے فسادات سے پہلے کبھی ایسے خونریز ہنگامے برپا نہیں ہوتے۔ اور ۱۳ مئی کے ہنگامے ملائشی قوم کا اِس لحاظ سے افسوسناک المیہ سمجھے جاتے ہیں کہ یہ قوم ایسے عناصر پر مشتمل ہے جو مذہب، زبان، ثقافت اور نظریات کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں۔ ملائشیا میں ایک ملائی قوم ہے جو جزیرۂ ملایا کے اصل باشندوں پر مشتمل ہے اور جس کی تعداد ۴۰ لاکھ ہے جب کہ ملک کی کل آبادی ۹۰ لاکھ ہے۔ یہ قوم صرف سرزمین ملایا (مغربی ملائشیا) میں آباد ہے۔ اور یہی اس کا اصل مسکن ہے۔ دوسری بڑی تعداد ان چینیوں کی ہے جو مختلف اوقات میں ہجرت کر کے ملائشیا کے مختلف حصوں میں آکر آباد ہوتے ہیں اور سالہا سال سے انہوں نے ملائشیا کو اپنا وطن بنا رکھا ہے۔ ان کی تعداد ۳۰ لاکھ ہے۔ تیسرا بڑا گروہ ہندوستانیوں کا ہے۔ ان کی پوزیشن بھی چینیوں جیسی ہے۔ اور صرف ۱۰ لاکھ ان کی آبادی ہے۔ اور باقی دوسری مختلف مذاہب و نسل کی اقلیتیں ہیں۔ لیکن ملک پر اثرانداز ہونے والی صرف تین بڑی قومیں ہیں یعنی ملائی، چینی اور ہندی۔

مذکورہ بالا دونوں کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ ۱۳ مئی ۱۹۶۹ء کو ملائشیا کے اندر جن اسباب و محرکات نے خونریز فسادات کو بھڑکایا ہے وہ تین ہیں:

۱- ملائشیا کے اندر پائے جانے والے کمیونسٹ عناصر اور اُن کے ایجنٹ

۲- وہ خطرناک گروہی سیاست جس پر ملائشیا کی بائیں بازو کی مخالف سیاسی جماعتیں کاربند ہیں۔

۳- چینیوں کی خفیہ جماعتیں جو چینی آبادی کی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہیں اور اس حفاظت کے عوض وہ چینیوں سے بھاری بھرکم ٹیکس اور اُجرتیں وصول کرتی ہیں۔

یہ وہ تین اسباب ہیں جنہوں نے عوام الناس کے جذبات میں اشتعال پیدا کر دیا تھا اور بالآخر یہ مشتعل جذبات اور اُن کا ردِّ عمل فسادات کی صورت میں یکایک نمودار ہو گیا۔ یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ بائیں بازو کی مخالف جماعتیں اور چینیوں کی خفیہ تنظیمیں ملایا کی خلافِ قانون کمیونسٹ پارٹی کے زیرِ قیادت کام کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملائشیا کے اندر حالات کو خراب کرنے، باہمی کشمکش برپا کرنے اور قتل و غارتگری کی فضا کو جنم دینے میں ہمیشہ کمیونسٹوں کا ہاتھ کام کرتا رہا ہے۔

۱۰ مئی ۱۹۶۹ء کو ملائشیا میں نہایت امن و سکون کے ساتھ عام انتخابات منعقد ہوئے۔ ۱۱ مئی کو بائیں بازو کی مخالف جماعتوں نے "مظاہرات کامیابی" کے نام سے جلوس نکالے۔ مظاہرین نے ان جلوسوں کے اندر ملائشی حکام پر اور خاص طور پر سیکورٹی پولیس پر انتہائی نازیبا الفاظ میں حملے کیے اور دشنام طرازیاں کیں۔ اور مسلم عوام کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والے نعرے لگائے۔ جس کے نتیجے میں عوام کے اندر جوابی طیش بھڑک اٹھا اور ملائشی مسلمانوں نے ان کارروائیوں کو اپنے وطن، اپنے مذہب اور اپنی قومیت کے خلاف ایک زبردست چیلنج محسوس کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے بھی شدید ردِّ عمل کے طور پر جوابی کارروائی کی گئی ہے "مظاہرات کامیابی" کا اہتمام کیا گیا کیونکہ یونینسٹ پارٹی (جو حکمران پارٹی ہے) نے بھی انتخابات میں کلی شکست نہیں کھائی تھی۔ بلکہ اس کے برعکس اُسے بھی کامیابی نصیب ہوئی۔ گو اُسے دو تہائی اکثریت حاصل نہیں ہوئی جو اُسے سابقہ انتخابات میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ انتخابات کے نتائج یونینسٹ پارٹی کی ہزیمت کا ثبوت نہیں فراہم کر رہے تھے۔ بلکہ معاملہ صرف اس قدر تھا کہ یونینسٹ پارٹی غالب اکثریت سے محروم رہی۔ چنانچہ انتخابات کے بعد اگلے تین روز یعنی ۱۱، ۱۲ و ۱۳ مئی کو چیلنج اور جوابی چیلنج کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا گیا۔ ایک طرف بائیں بازو کی مخالف جماعتیں تھیں جن کے ارکان چینیوں اور ہندیوں پر مشتمل تھے اور دوسری طرف جوابی کارروائی کرنے والی یونینسٹ پارٹی تھی اور اس پارٹی کے وہ ارکان خاص طور پر اس ردِّ عمل میں پیش پیش تھے جن کا تعلق ملایا نیشنل یونین پارٹی سے ہے۔ یہ پارٹی یونینسٹ پارٹی کا سب سے زیادہ مؤثر بازو ہے۔ اسی کشمکش کے نتیجے میں وہ خونیں فسادات اور نسلی جنگ برپا ہو گئی جس میں وسیع پیمانے پر قتل و غارت کی کارروائیاں انجام دی گئیں۔ سینکڑوں افراد موت کے گھاٹ اتر گئے اور مجرم اور بےگناہ کا امتیاز کیے بغیر خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اور ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی جس کی نظیر ملائشیا کی پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ فسادات بڑھتے بڑھتے ملائشیا کے مسلمانوں اور باہر سے

آکر آباد ہونے والے چینیوں اور ہندیوں کے درمیان خوفناک مذہبی تصادم کی صورت اختیار کر گئے۔

ملائشیا کے بادشاہ نے ملک کے اندر ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔ اور نائب وزیر اعظم اور وزیر دفاع الحاج تون عبدالرزاق بن حسین کی ادارت میں نیشنل آپریشنز کونسل قائم کر دی جسے تین امور کی تحقیقات کے فرائض سونپے گئے۔ ایک ملک میں قانون کی حکمرانی کی بحالی۔ دوسرے انتظامی مشینری کا تحفظ، اور تیسرے ملک کے مختلف گروہوں اور قوموں کے اندر الفت و یگانگت اور باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرنا۔

ملائشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان کی کتاب "۱۳ مئی سے پہلے اور اس کے بعد" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کونسل کا پہلا اور دوسرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اور ملک کا نظم و نسق اور قانون کی حکمرانی پوری طرح بحال ہو چکی ہے۔ البتہ تیسرا کام نہایت مشکل ہے اور فطری طور پر اسے روبکار لانے کے لیے طویل مدت درکار ہے کیونکہ شرپسند عناصر نے دلوں کے اندر جو منافرت پیدا کر دی تھی اُسے ختم کرنے کے لیے شدید محنت کی ضرورت ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ جب تک یہ تیسرا مقصد سرانجام نہیں پاتا پارلیمانی نظام کا اعادہ ناقابلِ تصور ہے۔ قرطاسِ ابیض کی رائے میں ملائشیا کے اندر اُبھر آنے والے مسائل کا حل یہ ہے کہ ملک کی سیاسی اور دستوری تاریخ کا صحت مندانہ شعور حاصل کیا جائے اور نسلی اور قومی احساسات کا صحیح اندازہ لگایا جائے اور کسی ایسی مثبت بنیاد کو تلاش کیا جائے جو باہمی مفاہمت و یگانگت کے احساس کو دوبارہ زندہ کرنے میں مدد دے۔

مئی ۱۹۶۹ء کے اواخر سے کر اب تک ہونے والے واقعات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملائشیا کی فضا اپنی سابقہ طبعی حالت کی طرف آ رہی ہے۔ صرف نسلی احساسات میں ابھی تک ایسا مادہ موجود ہے کہ اگر سیاسی پہلو سے اس کا ناجائز استحصال کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ دوبارہ پھٹ سکتا ہے اور ملک کے امن و امان کو بھسم کر سکتا ہے۔ مگر متعدد ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں جن سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ملک طبعی حالات کی طرف تیزی سے رجوع کر رہا ہے مثلاً:

ا۔ گزشتہ اگست میں ملک کے اندر یہ افواہ پھیلائی گئی کہ ۳۱ اگست کو جب ملائشیا کا قومی دن منایا جائے گا تو وسیع پیمانے پر فسادات شروع ہو جائیں گے جو ۱۳ مئی کو رونما ہوتے ہیں یا اُن سے بھی زیادہ خوفناک لیکن تون عبدالرزاق (نائب وزیر اعظم) نے اس قسم کی افواہیں پھیلانے اور ان پر یقین کرنے کے بُرے انجام سے لوگوں کو متنبہ کر دیا، اور انہیں یہ اطمینان دلا دیا کہ ملک اس وقت تمام تر سکورٹی پولیس کے کنٹرول میں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تہوار امن سکون سے گزر گیا۔

۲- جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کی طرف سے کوالالمپور میں موسیقی اور ڈرامہ کانفرنس منعقد کی گئی مگر اس موقع پر بھی کوئی ایسا حادثہ رونما نہیں ہوا جو مہمانوں کو ناخوشگوار حالات سے دوچار کر دیتا۔

۳- گزشتہ ستمبر میں دوبارہ وسیع پیمانے پر یہ افواہ پھیلائی گئی کہ ہندوستانی مزدور ۵ اکتوبر کو ملائشیا کے طول و عرض میں ملک گیر ہڑتال کرنے والے ہیں۔ تون عبدالرزاق کی طرف سے اس موقع پر بھی افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی دھمکی دی گئی۔ اور اس طرح یہ دن بھی مفروضہ ہڑتال کے بغیر گزر گیا۔

۴- رمضان المبارک میں حسنِ قراءت کا عالمی مقابلہ منعقد کیا گیا جس میں ۱۶ اسلامی ممالک اور اسلامی تنظیموں نے شرکت کی۔ یہ اجتماع گزشتہ سالوں کے اجتماعات سے بھی زیادہ بڑا تھا مگر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

۵- نومبر کے تیسرے ہفتے میں ملائشی حجاج کی پہلی کھیپ روانہ ہوئی۔ گزشتہ سالوں کی نسبت اس سال بحری راستے سے جانے والے حاجیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور اگر ملک کے حالات اضطراب و انتشار کا بدستور شکار ہوتے تو اس تعداد میں اضافہ تو کجا سابقہ سالوں سے بھی کم تعداد کے جانے کا امکان تھا۔

ان دونوں رپورٹوں کے مذکورہ بالا خلاصے سے قارئین یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کمیونسٹ عناصر کس طرح ملک کا امن سکون بھسم کرتے ہیں اور لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے کن ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہیں۔ اور نسلی اور علاقائی عصبیت بھڑکا کر کس طرح ایک ہی قوم کے مختلف افراد کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیتے ہیں۔

---

## امورِ حج کے بارے میں تازہ ترین اصلاحات

سعودی عرب کی وزارتِ اوقاف کی طرف سے حج کے امور کا جائزہ لینے کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس نے اپنی رپورٹ مکمل کر لی ہے۔ اس رپورٹ میں کمیٹی نے جو سفارشات تجویز کی ہیں ان میں سے دو سفارشیں نہایت اہم ہیں:

۱- تمام معلمین اور ان کے کارندے ایسے سعودی باشندے ہوں جو پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں اور حج کی دعاؤں کا صحیح تلفظ کرتے ہوں اور الفاظ کے مخارج سے پوری طرح آگاہ ہوں۔

۲- ایک ایسا انسٹی ٹیوٹ کھولا جائے جس کی مدتِ تعلیم چھ ماہ ہو۔ اور اس میں معلمین کو چاروں فقہی مذاہب کے مطابق حج اور عمرہ کے احکام کی تعلیم دی جائے۔ اس انسٹی ٹیوٹ کی ادارت کے فرائض حرم شریف کی دیکھ بھال

کرنے والے محکمے کے سپرد کیے جائیں۔ اور جو شخص بھی معلّمی کا پیشہ اختیار کرنا چاہتا ہو وہ لازماً اس ادارے میں داخل ہو۔ اور معلّمی کا لائسنس صرف اُسی شخص کو دیا جائے جس کے پاس اِس انسٹی ٹیوٹ کا جاری کردہ تعلیمی سرٹیفکیٹ ہو۔ موجودہ لائسنس اس انسٹی ٹیوٹ کے آغاز کے چھ ماہ بعد منسوخ کر دیئے جائیں۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ مولانا مودودی مدظلہ العالی نے رابطۂ عالم اسلامی کے ایک اجلاس میں حج کے بارے میں جو اصلاحات تجویز کی تھیں ان میں ایک یہ اصلاح بھی تھی کہ معلّمین کی دینی و اخلاقی تربیت کا انتظام کیا جائے اور اس غرض کے لیے تربیتی مراکز قائم کیے جائیں۔ مذکورہ بالا اصلاحات انہی تجاویز کو پورا کرتی ہیں۔

---

**آئندہ شمارے میں** • اسرائیل ۱۹۷۰ء میں ایک اور بھرپور حملہ کرنے والا ہے؟ • مصر کے نامور عالمِ دین محب الدین الخطیب کا انتقال • ترکی کے دونمہ عناصر کے بارے میں ایک یہودی مصنّف کے خیالات • سوڈان کی اسلامی یونیورسٹی کیوں بند کی گئی ہے۔ • عرب وزرائے تعلیم کی کانفرنس کی رُوداد۔

---

**(بقیہ اشارات)** کی ہیں جن میں پہلی تدبیر معاوضوں کے درمیان موجودہ غیر معمولی تفاوت کو کم کرنا ہے تاکہ ملک کے اندر طبقاتی تقسیم ختم ہو۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ کسی محنت کش کے لیے کوئی معاوضہ اس حد سے کم نہ ہو جو موجودہ زمانے کی قیمتوں کے لحاظ سے ایک کُنبے کی بنیادی ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو مکان، علاج اور بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مناسب سہولتیں دی جائیں۔ پھر تمام صنعتوں میں مزدوروں کو بونس بھی دیا جائے اور انہیں صنعتوں میں حصّہ دار بنایا جائے۔ یہ اور اسی نوعیت کی بعض دوسری تدابیر کے ذریعے جن میں زکوٰۃ اور صدقات کے جمع کرنے کا انتظام اور ان کا شریعتِ اسلامی کے مطابق صرف، اور حرام راستوں میں دولت خرچ کرنے پر پابندیاں بھی شامل ہیں، ستم زدہ محنت کشوں کے حالات کو کافی حد تک بہتر بنایا جا سکتا ہے اور انہیں عملی طور پر یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ سرمایہ داری کی لعنت ختم کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان لازمی طور پر اشتراکیت کی غلامی کا طوق ہی گلے میں پہنے۔

اس منشور میں غیر مسلم اقلیتوں کو تمام شہری اور قانونی حقوق کی حفاظت کی ضمانت بھی دی گئی ہے اور ان

اس بات کا عہد کیا گیا ہے کہ حکومت نہ صرف اُن کے حقوق کی پوری طرح حفاظت اور پاسبانی کرے گی بلکہ انہیں اپنے تعلیمی اور تہذیبی معاملات میں جن وسائل کی ضرورت ہوگی وہ انہیں کشادہ دل سے فراہم کرے گی۔ اکثریت کے طرزِ عمل یا حکومت کے نظم ونسق سے انہیں جو معقول شکایات ہونگی انہیں رفع کرنے کی بھی پوری کوشش کی جائے گی۔

---

خارجہ پالیسی کے بارے میں جماعت نے اس بنیادی موقف کو سامنے رکھا ہے کہ پاکستان چونکہ ایک اصولی اور نظریاتی مملکت ہے لہٰذا اس کی ملکی پالیسی کی طرح اس کی خارجی پالیسی بھی لازماً اس کے اختیار کردہ نظریۂ حیات پر مبنی ہونی چاہیے۔ اسلام نے ہمیں ایک "اُمّتِ وسط" بنایا ہے اور ہم پر شہداء علی الناس کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہماری حکومت دنیا میں حق وانصاف کی علمبردار ہو اور ظلم وزیادتی کی پوری طرح مخالفت کرے۔ خود راست بازی سے کام لے اور دوسروں کو راست بازی سے کام لینے پر آمادہ کرے۔ اِس بنا پر جماعت اسلامی ساری دنیا میں جس حد تک بھی ممکن ہوُا، سامراجیت اور استعماریت کا زور توڑنے اور حق وانصاف کی عملداری قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور اس کی حمایت ہمیشہ ان مظلوم قوموں کو حاصل ہوگی جو ان بلاؤں کی شکار ہیں۔ اس منشور میں سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدوں سے پاکستان کی وابستگی ختم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کشمیر کے بارے میں زیادہ مؤثر قدم اٹھانے کا عہد کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ اچھے اور خوشگوار تعلقات استوار کرنے اور خاص طور پر عالمِ اسلام کے ساتھ قریب ترین تعلقات قائم کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔

---

جماعت اسلامی کے منشور کے یہ چند اہم پہلو ہیں جنہیں یہاں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی جامع سکیم تو پُورا منشور دیکھ کر ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جو حضرات اس ملک کے معاملات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں انہیں اس منشور کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ منشور کوئی صحیفۂ آسمانی نہیں ہے، بلکہ انسانی فکر وتدبیر کا ایک لائحہ عمل ہے جو ملک کے موجودہ حالات کو اسلامی اصولوں کے مطابق درست کرنے کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔